فنون لطیفہ کی اسلامی اساسیات

خاور منصور☆

This article is a brief discussion about Fine Arts which relate to the skills in which the aspect of beauty is prominent. Painting, sculpture, poetry, music, dance, drama and architecture are known as fineThat. human attachment of beauty is a natural phenomenon. Islam being a natural code of life, does not oppose this natural inclination; thus we can elaborate the basics of fine art in the light of Qur'an and Sunnah. First of all the base of Islamic Art is the "Praise of Allah Almighty'' who alone is the Creator of human beings and everything else. A Muslim is bound to worship Him only and the piece of every art of a Muslim artist should be the reflection of Tow'hid." The second characteristic of Islamic art is the satisfaction of "Aesthetic Sense." This sense can be observed in everyone more or less; hence this instinct to love beauty inspires a man to create beautiful things. There are many verses in the Holy Qur'an which appeal to this sense and leads a man to nobility and good. A Muslim is bound to remain in those limitations which are drawn by the Qur'an and Sunnah. Islamic art is not a liberal and free art. Therefore, "Art for Art" is not true in the eyes of Islam and hence meaningless creations are disliked by Islam. Likewise, Islam does not give permission to create nude and vulgar things in the name of art.

فنون لطیفہ کا مفہوم

فنون لطیفہ کی اصطلاح دو الفاظ فنون اور لطیفہ کا مرکب ہے۔فنون کا لفظ فن کی جمع ہے۔عربی کی مشہور لغت ''لسان العرب'' میں ''فنن'' کی تفصیل کے تحت بتایا گیا ہے۔ اَلْفَنّ اَلْفنُون کا واحد ہے اور یہ کئی طرح کا ہوتا ہے۔یہ کسی چیز کی قسم کے لیے بولا جاتا ہے۔کہا جاتا ہے''رعینا فنون النبات ''ہم نے پودوں کی شاخوں کی دیکھ بھال کی۔اور''اصبنا فنون الاموال ''ہم نے مال حاصل کرنے کے طریقے جان لیے۔(۱)

اردو دائرہ معارف الاسلامی میں لفظ''فن'' کی وضاحت یوں کی گئی ہے۔''فن'' جمع فنون۔ہنر،آرٹ، صناعت،طریقہ،علم کی کوئی شاخ،کتاب کا کوئی حصہ (کوئی باب،کوئی فصل) بطور تنزل،حیلہ و مکر نیز تفنن یعنی دل لگی،خوش طبعی وغیرہ۔(۲)

لطیفہ بھی عربی لفظ ہے اور لطفاً مصدر سے ہے۔اس کی جمع لطائف ہے۔یہ مذکر ہے اور اس کا مونث لفظ ''اللطیف'' ہے۔کہا جاتا ہے کہ''النکتہ اذا کان یحدث لھا فی الانفس شیء من الانبساط۔''یعنی لطیفہ وہ نکتہ ہے کہ جب بیان کیا جائے تو دلوں میں انبساط (خوشی و مسرت) کی کیفیت پیدا ہو۔(۳)

* پرنسپل،گورنمنٹ علامہ اقبال پوسٹ گریجوایٹ کالج،سیالکوٹ۔

اس سے واضح ہوا کہ لطیفہ کے لفظ میں نزاکت، نفاست، باریکی اور حسن و وقار کا تصور پایا جاتا ہے۔
چنانچہ وہ سب اشیاء اور فنون جن میں یہ خوبیاں پائی جائیں اس زمرے میں داخل ہیں۔
فن اور لطیفہ کے الفاظ کی وضاحت کے بعد اب ہم اس ترکیب یعنی "فنون لطیفہ" کے مفہوم کی طرف آتے ہیں۔

فنون لطیفہ جسے انگریزی میں (Fine Art) کہتے ہیں ایک جامع اصطلاح ہے۔ جو فرانسیسی لفظ (Beaux Art) سے بنی ہے۔ ان فنون یا صنعتوں کو جو چیز دیگر فنون سے جدا کرتی ہے وہ دراصل حسن و جمال اور باریکی و نفاست کا پہلو ہے جو ان فنون کا خاصہ ہے۔ اس لیے تخلیق حسن کے لیے وقف انسانی افعال و اعمال مثلاً موسیقی، شعروادب، تعمیرات، بت تراشی، مصوری و رقص وغیرہ ہی دراصل فنون لطیفہ یا آرٹ ہے۔ رہے زیورات، تزئین و آرائش اور سجاوٹ کی دیگر اشیاء تو انہیں فنون لطیفہ کی ثانوی شاخیں سمجھا چاہئے۔(۴)

سید عابد علی عابد کہتے ہیں:۔ "آرٹ فکر انسانی کے اس ابلاغ و اظہار کا نام ہے، جس نے فطرت کو اپنا وسیلہ بنایا ہو۔ مثلاً مصوری اصلاً رنگوں سے کام لیتی ہے۔ سنگ تراشی پتھروں سے، موسیقی اصوات سے۔ بالفاظ دیگر آرٹ یا فن صورت پزیر (concrete) ہوتا ہے"۔(۵)

عابد علی عابد اس نوع کی بحث کرنے کے بعد نتیجتاً کہتے ہیں:۔
"بہر حال جن فنون میں جمالیاتی پہلو کا ملاً نمایاں ہوتا ہے، وہ فنون لطیفہ کہلاتے ہیں"(۶)

یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ فن اور آرٹ فی زمانہ ہم معنی لفظ ہیں اور جہاں تک عربی زبان کا تعلق ہے تو اس میں اس لحاظ سے جو ترتیب مستعمل ہے وہ "فنون جمیلہ" ہے۔ اس ترکیب کے متعلق بتایا گیا ہے: "فی کان موضوعھا تمثیل الجمال، کالموسیقی، والتصویر، والشعر والبلاغۃ، والنحت، وفن البناء والرقص"۔(۷)

یعنی فنون جمیلہ وہ ہیں جن کا موضوع جمال آفرینی ہو۔ مثلاً موسیقی، تصویر، شعر، فن بلاغت، مجسمہ سازی، فن تعمیر اور رقص۔

اس بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم فنون لطیفہ کی تعریف یوں کر سکتے ہیں۔

"We speak of painting, sculpture, film making, dance, and many other modes of aesthetic expression as art and of all of them collectively as art"(8)

یعنی ہم مصوری، مجسمہ سازی، فلم سازی، رقص اور کئی دیگر جمالیاتی اظہار کی کیفیات کو "فنون" کہتے ہیں اور ان سب کو بحیثیت مجموعی "فن" کہتے ہیں۔

اسلام اور فنون لطیفہ

موضوع زیر بحث کے حوالے سے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آج جن فنون کو آرٹ یا فنون لطیفہ یا جمیلہ کہا جاتا

ہے انہیں اسلام کس نظر سے دیکھتا ہے۔

پہلے ہی قدم پر یہ حقیقت جان لینی چاہیے کہ اسلام جس طرح آفاق و انفس یا کائنات کو معروضی (Objective) سمجھتا ہے، اسی طرح اس کے نزدیک حسن و جمال کا ہونا بھی معروضی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان چیزوں کا احساس اور ان سے لگاؤ بھی ایک فطری امر ہے۔ احساس جمال (Aesthetic Sense) قدرت کا انمول تحفہ ہے جو اس نے انسان کو ودیعت کیا ہے، جس کے باعث انسان مختلف اشیاء کے حسن و قبح کے بارے میں فیصلہ کرتا ہے یہی فطرت اسے بتاتی ہے کہ فلاں چیز خیر ہے اور فلاں شر ہے۔ اسی احساس کے تحت اسے رنگ اور خوشبو بھاتے اور فرحت بخشتے ہیں اور آواز و آہنگ کا تناسب اس میں طرب و نشاط کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ بلاشک وشبہ یہ دنیا عارضی و فانی ہے مگر حسین و جمیل ہے۔ اسے اس پروردگار نے ترتیب دیا ہے جو خوب تر کی صنعت سے متصف ہے، خود بھی جمیل ہے اور جمال کو پسند بھی کرتا ہے۔ (۹)

بے شک فنون لطیفہ عصر حاضر کی اصطلاح ہے اور عہد رسالت اور بعد کی کئی صدیوں تک یہ کوئی منفرد اور مخصوص شعبہ نہ تھا اور نہ عربوں اور مسلمانوں میں ابتداءً بہت زیادہ اور متنوع جمالیاتی فنون رائج تھے۔ لیکن اسلام کے مزاج اور رسول اکرمؐ کے زندگی کے بارے میں رویے سے یہ سمجھ لینا کہ ان فنون کی اسلام میں گنجائش نہیں سراسر غلط ہے۔ یہ درست ہے کہ جو فنون اسلام کے تصور توحید کے منافی تھے یا جن میں تعمیر کے بجائے تخریب کا پہلو زیادہ غالب تھا انہیں حرام ٹھہرایا گیا یا ان کی حوصلہ شکنی کی گئی جیسا کہ مجسمہ سازی اور موسیقی۔ مگر جو جمالیاتی فن بذات خود غلط نہ تھے اور خیر و شر دونوں کے لیے استعمال ہو سکتے تھے انہیں آپؐ نے نہ صرف بھلائی کے لیے استعمال کیا بلکہ ان کی خصوصی حوصلہ افزائی کی اور اہتمام بھی کیا جیسے زبان دانی اور شعر۔ حتی کہ کسی نے آپؐ سے شعر کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهِ وَلِسَانِهِ (۱۰)

''کہ بے شک مومن اپنی تلوار اور اپنی زبان سے جہاد کرتا ہے''

اسی بات پر دیگر فنون جمیلہ کو منحصر کرنا چاہیے کہ ان میں سے اکثر بذات خود برے نہیں۔ بلکہ یہ برے تب ہوتے ہیں جب یہ صریحاً اسلامی حدود و قیود سے باہر نکل جائیں اور ان کا استعمال خیر کی بجائے شر کے لیے کیے جانے لگے۔ چنانچہ کچھ مسلم مفکرین نے اس حیثیت سے غور و فکر کرنے کے بعد آرٹ کو اعلیٰ اور گھٹیا دو شاخوں میں تقسیم کیا ہے ان میں سر فہرست علامہ اقبال ہیں۔ اسی طرح اس موضوع پر اظہار خیال کرنے والے قدیم اور جدید مصنفین نے اس کے دونوں پہلوؤں پر روشنی ڈال کر اس کے مثبت اور مفید پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ مثلاً ایک ماہر اقبالیات کہتے ہیں:

''ہنر کی حقیقت سے تعلق رکھنے والی ایک اہم بات یہ ہے کہ صداقت، نیکی اور حسن خدا

کی صفات ہیں۔ان میں سے ہر ایک حسن بھی ہے، نیکی بھی ہے اور صداقت بھی۔گویا صداقت اور نیکی حسن ہی کے دو پہلو ہیں۔لہٰذا اگر حسن صداقت سے یا نیکی سے عاری ہو تو وہ حسن نہیں رہتا۔"(۱۱)

آگے چل کر وہ آرٹ کی گھٹیا قسم کے بارے میں کہتے ہیں:

"چونکہ آرٹ خودی کی آرزوئے حسن کا ایک پہلو ہے کہ یہ آرزوئے حسن کے اصل مقصود یعنی طلب جمال حقیقی کے ساتھ اور آرزوئے حسن کے دوسرے مدد و معاون پہلوؤں یعنی طلب خیر اور طلب صداقت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو۔لہٰذا جو آرٹ (خواہ وہ شعر ہو یا رقص یا مصوری یا موسیقی یا کوئی اور) بداخلاقی کی طرف ایما کرتا ہو۔وہ اخلاقی حیثیت سے ہی نہیں مطلق آرٹ کی حیثیت سے بھی پست اور گھٹیا ہوتا ہے۔"(۱۲)

فنون لطیفہ کی اسلامی اساسیات

مندرجہ بالا تفصیل اور وضاحت کے بعد اب آسان ہو گیا ہے کہ آرٹ کے بارے میں اسلامی اساسیات بیان کی جائیں۔یہ وہ بنیادیں ہیں جو قرآن وسنت، آرٹ کی اسلامی تاریخ اور مسلم آرٹ کے ماہرین کی آراء کی روشنی میں بیان کی جارہی ہیں۔

توحید و تمجید باری تعالیٰ

توحید باری تعالیٰ وہ بنیادی عقیدہ ہے جو جملہ انبیاء کی تعلیمات کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔قرآن مجید کی اساس بھی اسی نظریے پر ہے اور وہ مختلف انبیاء کے حوالے سے بتکرار یہ کہتا ہے کہ جب انہیں مبعوث فرمایا گیا تو انہوں نے اپنی قوم میں وعظ و تلقین کا آغاز ان الفاظ میں کیا:

يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ (۱۳)

"اے میری قوم صرف اللہ کی عبادت کرو۔اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں"

یہ عقیدۂ توحید تمام اسلامی تعلیمات و اعمال کی اساس ہے۔اسلام کا تقاضا بندۂ مومن سے یہ ہے کہ وہ اپنی جملہ مصروفیات اور مشاغل کو اسی نظریہ کے مطابق ڈھال لے۔حقوق چاہے اللہ کے ہوں یا بندوں کے اور اعمال چاہے دینی ہوں یا دنیوی اسی تصورِ توحید کے گرد گھومنے چاہئیں۔اس حقیقت کی گواہی قرآن مجید کی یہ آیت بھی دیتی ہے کہ:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (۱۴)

"ہم نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے"

یہاں توحید باری تعالیٰ کا وہ جامع تصور پیش کیا گیا ہے کہ جو ہماری بات سے مطابقت رکھتا ہے۔ بقول مولانا امین احسن اصلاحی:

> ''اس آیت میں لفظ ''عبادت'' اپنے وسیع مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے یعنی رب کی بندگی اور اس کے احکام کی اطاعت۔ مقصود اس حقیقت کا پتہ بتا دینے سے زندگی کے اصل نصب العین کو سامنے رکھ دینا ہے تاکہ ہر انسان واضح طور پر جان لے کہ اسے کس مقصد کے لیے جینا اور کس مقصد کے لیے مرنا ہے۔''(۱۵)

اس تشریح کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایک مومن کی زندگی کے تمام مشاغل بندگی رب یا توحید باری تعالیٰ کی اساس پر تشکیل پاتے ہیں لہٰذا فنونِ لطیفہ کی بنیاد بھی دینِ اسلام میں اسی نظریہ توحید پر مبنی ہے۔

اسلامی آرٹ کا ایک مسئلہ اس کے تشخص کا بھی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر قوم کے فنون کا تشخص ان داخلی خصائص سے عبارت ہوتا ہے جن کے زیرِ اثر کسی پیکر میں منفرد خارجی اوصاف کی نمود ہوتی ہے۔ اسلامی فن میں یہ داخلی خصائص ان عقائد و تصورات کے ذریعے آئے ہیں جو مسلمانوں کے معاشرے کے عقائد ہیں۔ ان میں خدا، کائنات اور انسان سے متعلق مخصوص تصورات سرفہرست ہیں۔ اس لحاظ سے اولین عقیدہ خدائے واحد کا تصور ہے۔ وہ واحد ہے، قہار ہے، لطیف و خبیر ہے، نور ہے اور اس جیسا کوئی نہیں۔ لیکن سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت ہے کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور باقی سب جو خالق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں دراصل وہ جھوٹے ہیں، اس لیے ان کا یہ دعویٰ بے بنیاد ہے۔ چنانچہ اہلِ اسلام کے فنون کے پیچھے یہ عقیدہ بھی کارفرما رہا ہے کہ اس کی خالقیت میں کوئی شریک نہیں (خواہ مجازاً ہی ہو)۔ خلق اور امر دونوں اللہ ہی سے مخصوص ہیں۔(۱۶)

اسلامی آرٹ اور مغربی آرٹ کی روح اور نقطۂ نظر میں بنیادی فرق ہے جسے سمجھنے سے اہلِ مغرب عاجز رہے ہیں۔ ایک مسلم آرٹسٹ کی آرٹ جس پس منظر کی غمازی کرتی ہے مغربی فکر اس سے یکسر عاری ہے لہٰذا مغربی مفکرین بالعموم اسلامی ثقافت اور فنون کی گہرائی اور لطافت جاننے سے محروم رہتے ہیں۔ وہ اسلامی آرٹ کا موازنہ مغربی آرٹ سے کر کے اس کے حسن و قبح کا فیصلہ کرتے ہیں جو کہ مناسب نہیں، کیونکہ اہلِ مغرب کے اور مسلمانوں کے پیمانے اس لحاظ سے یکسر مختلف ہیں۔ اسلام کا معیارِ جمال مغربی عیسائیت یا کسی دوسرے غیر مسلم ثقافت کے معیارِ حسن سے بالکل الگ ہے اور اس کی وجوہات اور بنیادیں تاریخی نوعیت کی ہیں۔(۱۷)

اسلامی فنون کی تاریخی بنیادیں یہ ہیں کہ اسلام نے ساتویں صدی عیسوی میں بحیرہ روم کے جن علاقوں پر اپنے اثرات قائم کیے وہ قدیم یونانی، بازنطینی اور سامی تہذیبوں سے متاثر تھا۔ اس لیے ان کے اثرات کا

اسلامی فنون پر پڑنا ایک بدیہی تاریخی امر تھا، لیکن اس کے باوجود اسلامی ثقافت کا ایک الگ تشخص اور رنگ بھی تھا جو آغاز ہی سے نمایاں نظر آنے لگا تھا۔ قدیم یونانی اور بازنطینی تہذیبوں میں بہت سے خداؤں (gods) یا دیوی دیوتاؤں کا تصور رائج تھا اور اُن تہذیبوں اور ان کے فنون میں یہ ہر لحاظ سے غالب عنصر کی حیثیت سے دیکھا جاسکتا تھا۔ گویا ان قدیم تہذیبوں کی بنیاد بکثرت خداؤں کے نظریہ پر مبنی تھی مگر اسلامی فنون نے ان سے اثر پذیر ہونے کے باوجود اس نظریہ کو رد کردیا اور توحید خالص کے احساس کو ہی اپنائے رکھا۔ اس کا ثبوت اسلامی اور مغربی آرٹ کے وہ اختلافی پہلو ہیں جو صدیوں تک پھیلے ہر دو تہذیبوں کے فن پاروں میں نظر آتے ہیں۔ قدیم یونانی و بازنطینی تہذیبوں سے متاثر مغربی تہذیب میں مجسمہ سازی اور شبیہ سازی کا فن اپنے عروج پر نظر آتا ہے حتیٰ کہ ان کی مذہبی نوعیت کی آرٹ میں بھی اسی کی چھاپ ہے مگر اسلامی آرٹ میں تصورِ توحید کی بدولت اس شعبۂ فن کے آثار انتہائی قلیل ہیں اور مذہبی نوع کے فنون میں تو شاید اس کا سراغ بھی نہ ملے۔ گویا اسلامی جمالیات کی اساس مسلمانوں کا عقیدۂ توحید ہی ہے۔ (۱۸)

توحید اور تمجید الٰہی پر مبنی اسلامی آرٹ کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جن میں سمعی و بصری دونوں فنونِ جمیلہ شامل ہیں۔ یہ ایسے آرٹ ہیں جنھیں خالص اسلامی نظریات پر بھی پرکھا جائے تو انہیں حرام یا مکروہ قرار نہیں دیا جاسکتا اور یہ آغازِ اسلام سے آج تک لگاتار مذہبی و روحانی حیثیت کے حامل رہے ہیں یہ الگ بات ہے کہ روز افزوں تمدن کے سبب ان میں (خصوصاً بصری آرٹ میں) نت نئی اختراعات ہوتی رہی ہیں۔ مگر روح ان کی تمجید باری تعالیٰ ہی ہے۔ سمعی آرٹ میں حسنِ قرأت، اذان، تہلیل، تمجید، تکبیر، تسبیح اور نعت وغیرہ شامل ہیں اور بصری آرٹ میں خطاطی و نقش و نگار، دیگر اقلیدسی و ہندسی اشکال اور مساجد کا تعمیری حسن و جمال سرِ فہرست ہے۔ یہ سمعی و بصری فنون خالصتاً مذہبی ضروریات اور احساسات کے تحت پروان چڑھتے ہیں، جن میں مسلمانوں نے جو عروج اور لطافت و نزاکت پیش کی ہے دیگر ادیان اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں اور بلاشبہ یہ اہلِ اسلام کی تقدیس و تمجیدِ ربانی کے سلسلے سے جڑے فنون ہیں۔ (۱۹)

قبل ازیں واضح ہوچکا ہے کہ اسلامی فنون میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت کے بارے میں شرک اور شرک کے شائبہ کے پیشِ نظر بہت احتیاط کی گئی ہے۔ اور منصب اور مشن والی قوم کے حوالے سے یہ امر نامناسب بھی نہ تھا۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مسلم فن کار بے معنی اور بے مقصد فن کا　طرف دار نہیں۔ وہ فطرت پرستوں کی طرح محض فطرت کی نقالی نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے فن کو اللہ بزرگ و برتر کی تمجید و تقدیس کے لیے وقف کرتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے نور (یعنی علم) کی آرائش و زیبائش کے لیے یا اسلامی عبادات، تعلیمات اور معاشروں کی ضرورت اور حفاظت کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً مساجد و مدارس، قلعے اور سرائے یا دوسری عمارات کی تعمیر یا دیگر صنائع جن کی ایک غرض زندگی کے عملی مقاصد کی تکمیل ہے۔ (۲۰)

احساسِ جمال کی تسکین

اسلامی فنونِ لطیفہ کی بنیاد اور ترقی کے پس منظر میں ایک اہم چیز انسانوں کا وہ فطری احساس ہے جسے احساسِ جمال یا (Aesthetic Sense) کہا جاتا ہے۔ یہ وہ جذبہ ہے جو بنی نوع انسان کی جبلت میں داخل ہے اور ہر انسان کم و بیش اس سے متصف ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ مختلف معاشروں کے پیمانہ ہائے حسن و جمال میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے اور اس کی بنیاد بھی اختلافِ عقائد و نظریات ہے۔ مثلاً بت پرست معاشروں میں مجسمہ سازی اور جانداروں کی تصاویر کی آرٹ بہت کثرت اور انواع کی حامل رہی ہے جیسے قدیم یونان و روما اور ہندوستان میں، جب کہ توحیدی معاشروں میں ان سے بالعموم پرہیز اور نقش و نگار اور مناظرِ قدرت کی رنگارنگی پر مبنی آرٹ کا رجحان غالب رہا ہے جیسے اسلام۔

اسلام میں جمالیات کی اساس تلاش کرنے کے لیے اس کی بنیادوں کی کھوج کرنا ضروری ہے۔ اسلام ہی کیا دیگر مذاہب مثلاً ہندومت، بدھ مت اور عیسائیت وغیرہ کے حسن و جمال پر مبنی فنون کی بنیاد میں بھی ان مذاہب کے ماننے والوں کا فلسفۂ مذہب ہی موجود رہا ہے۔ یہ تمام مذاہب اپنی جمالیاتی سرگرمیوں میں اپنے بنیادی عقائد ہی کی تشریح و توضیح کرتے نظر آتے ہیں۔ ان اساسیات میں اولاً وہ کتابیں شامل ہیں جو مذاہب کی کتب کہلاتی ہیں۔ مثلاً بائبل، وید، اوستا اور قرآن وغیرہ۔ یہ مذہبی لٹریچر بذاتِ خود خوب صورت اور لطیف ادبی شاہکار کہے جا سکتے ہیں اور اپنے ماننے والوں کو جمالیاتی احساس ودیعت کرتے ہیں۔ یعنی اولاً مذاہب کی کتب بذاتِ خود ادب اور آرٹ کی اہم بنیاد کہی جا سکتی ہے۔ اور ثانیاً ان میں بیان کردہ افکار و نظریات ان کے پیروکاروں کو ادب اور فن کی اساس فراہم کرتے ہیں۔ (۲۱)

جہاں تک دینِ اسلام کا تعلق ہے تو اس کے تین اساسی افکار، اسلامی علوم و فنون اور اعمال کی بنیاد قرار پاتے ہیں اور وہ ہیں ایمان (Faith)، اسلام (Submission) اور احسان (Virtue)۔ انھیں ایک مشہور حدیث ''حدیثِ جبریل'' میں بیان کیا گیا ہے۔ (۲۲)

سب سے پہلا ''عقیدۂ ایمان'' کسی بھی مذہب کی اولین بنیاد ہے، دوسرا نظریہ اسلام یا تابعداری و نیاز مندی (Submission)، مذہبی اعمال و مناسک سے متعلق ہے اور تیسرا ''احسان'' وہ اخلاقی ضابطہ ہے جس کی پیروی اس لیے ضروری ہے کہ یہ نیکیوں اور روحانی اعمال کو گہرائی عطا کرتا ہے۔ یہی احسان ہے جو مقدس آرٹ کی اساس سمجھا جا سکتا ہے۔ اور یہی احسان ہے جو روح اور دیگر تمام اشیاء کے حسن (Beauty) سے منسلک ہے اور پہلی دو باتوں یعنی ایمان اور اسلام کو بھی حقیقت اور معنویت عطا کرتا ہے۔ احسان ہی بلاشبہ فطرت کا موضوع ہے اور یہی تمام اشیاء میں دکھائی دیتا ہے اور یہی اسلام کی مقدس اور روایتی آرٹ کی جان ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسلامی وحی مشتمل ہے نظریہ ایمان، مقدس اعمال (اسلام) اور ایک روحانی

زندگی (احسان) پر۔ اور پہلی دو چیزیں بیک وقت موضوعاتی اور انسانی بھی ہیں اور معروضی اور جمالیاتی بھی اور بعد والی چیز (احسان) اسلام کی روحانی و مقدس آرٹ کی اساس ہے۔ مسلمانوں میں "صوفی ازم" کی تشکیل بھی بنیادی طور پر "نظریۂ احسان" کے تحت ہوئی ہے جو بندگی یا تعلق باللہ کا ایک خاص طریقہ ہے۔ (۲۳)

رسول اکرمؐ کی یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے کہ "اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے"۔ اس فرمان نے قرآن حکیم کی ایسی متعدد آیات کی طرف ہماری توجہ مبذول کروائی ہے جو آفاق و انفس اور دنیوی و اخروی حسن و جمال کی طرف واضح اشارہ کرتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ خدا نے اس کائنات میں جاری و ساری خوب صورتی اور انسان کی فطرت میں ودیعت کردہ جمال پرستی کو اعمال صالحہ اور زندگی کی تگ و دو کے لیے انگیخت کیا ہے۔

بقول ڈاکٹر نصیر احمد ناصر:

> "قرآن حکیم نے آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل حیات انسانی کے اس اساسی پہلو یعنی "جمالیات" پر روشنی ڈالی ہے اور اسے اس انداز میں حل کیا ہے جو ذہن انسانی کے مستقل ارتقا اور ہر زمان و مکان میں اس جذبے کی تشفی کرتا رہے گا۔" (۲۴)

خدا کی تخلیق میں حسن کے نمایاں پہلو پر قرآن کی متعدد آیات دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً فرمایا:

اَلَّذِیْ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ (۲۵)

"اسی (خدا) نے جو چیز بھی بنائی خوب صورت بنائی"

اور یہ کہ

وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (۲۶)

"اور اس نے تمہاری صورتیں بنائیں تو کیا اچھی صورتیں بنائیں"

اور انسان کو اپنی سب سے حسین اور متوازن و متناسب تخلیق قرار دیا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (۲۷)

"یقیناً ہم نے انسان کو بہت خوب صورت سانچے میں ڈھالا ہے"

یہ تو ہے خدا کا ذوقِ جمال۔ اور انسان کے ذوقِ جمال کی اہمیت کے ضمن میں بھی قرآن میں متعدد آیات پائی جاتی ہیں۔ جن سے مترشح ہوتا ہے کہ انسان میں یہ خوبی خاص انعاماتِ خداوندی میں سے ہے اور منشائے ربانی یہ ہے کہ انسان اس کی تسکین کرنے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھے۔ ہاں اسے جائز ذرائع اور حدود کا پابند بنائے۔ سورۃ بقرہ میں بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کے حکم کے سلسلے میں فرمایا:

فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ (۲۸)

"کہ جو گائے (تم نے ذبح کرنی ہے) اس کا رنگ دیکھنے والوں کو بہت بھلا لگتا ہے"

یعنی خدا نے انسان کے ذوقِ جمال کی وسعت اور تنوع کو اتنی اہمیت دی ہے کہ حیوانات میں بھی انسان کی اسی دلچسپی کو تسلیم کیا ہے۔ اسی پہلو سے ایک اور آیت ملاحظہ ہو:

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ (۲۹)

''اور تمہارے لیے (ان چوپائیوں میں) جمال ہے جب صبح تم ان کو چرانے لے
جاتے ہو اور جب شام کو انہیں واپس لاتے ہو''

یہ انسان کا ذوقِ جمال ہی ہے کہ اس زمین کی رنگ برنگ اشیاء اور اس کی بوقلمونیوں سے لطف اندوز ہوتا ہے اور خوب استفادہ کرتا ہے۔ جمالیات کے اس پہلو کو بھی خدا تسلیم کرتا ہے اور اسے اپنی نشانیاں قرار دیتا ہے:

وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ط إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ
يَذَّكَّرُونَ (۳۰)

''اور یہ جو رنگ برنگ کی بہت سی چیزیں اس نے تمہارے لیے زمین میں پیدا کی ہیں
ان میں بھی نشانی ہے ان کے لیے جو سبق حاصل کرنے والے ہیں''

دنیاوی زیب و زینت سے محبت کرنا فطرتِ انسانی ہے۔ خدا نے نہ صرف اسے تسلیم کیا ہے بلکہ اس کی ناقدری کرنے والوں اور اس سے منہ موڑنے والوں کی مذمت فرمائی ہے۔ یہ وہ ذہنیت ہے جو زہد و تقویٰ میں غلو کرنے والوں میں بالعموم پائی جاتی ہے۔ وہ لوگ جو نیکی و زہد کا مطلب دنیاوی راحتوں اور زیب و زینت سے قطع تعلق کر لینے کو سمجھتے ہیں قرآن کے نزدیک راہِ راست پر نہیں ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ (۳۱)

''اے نبیؐ ان سے کہہ دیجیے، کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کیا ہے جسے اللہ نے اپنے
بندوں کے لیے نکالا ہے اور کس نے خدا کی عطا کردہ پاک چیزوں کو ممنوع ٹھہرایا''

انسان کے ذوقِ جمال کی جھلک اس کے لباس میں بھی نظر آتی ہے اور خدا اسے بھی زیب و زینت سے منسوب کرتا ہے۔ لباس کا ایک مقصد تو عریانی کو ڈھانپنا ہے اور موسمی سختیوں سے بچنا ہے جبکہ دوسرا مقصد زیب و زینت ہے:

يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا (۳۲)

''اے اولادِ آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے بدن کے قابلِ شرم حصوں
کو ڈھانکے، اور تمہارے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بنے''

جمال پسندی خدا اور انسان دونوں کی پسند اور طلب ہے۔ اور یہ ایسی خوش کن اور اطمینان بخش چیز ہے جسے اعمالِ دینیہ کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیثِ جبریل میں نبی اکرم ﷺ نے احسان کی تشریح میں فرمایا

کہ: ''احسان (عبادت میں حسن وکمال) یہ ہے کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو خدا تو تجھے یقیناً دیکھ ہی رہا ہے۔'' (۳۳)

حدود و قیود کا لحاظ

اسلام جہاں دینِ فطرت ہے وہاں ایک مکمل دین (نظامِ حیات) بھی ہے۔ دینِ فطرت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ انسان کی فطری خواہشات، ضروریات اور امنگوں کو کچلتا نہیں ہے۔ البتہ انہیں راہِ راست پر ڈال دیتا ہے۔ فطری تقاضوں کو پورا کرنے سے روکتا نہیں ہے بلکہ انہیں بے لگام اور منہ زور گھوڑے کی طرح سرپٹ دوڑنے اور ہر چراگاہ میں بلا روک ٹوک گھس جانے سے منع کرتا ہے۔ اور مکمل دین ہونے سے مراد یہ ہے کہ تمام شعبہ ہائے حیات کی بابت مناسب ہدایات دیتا ہے، کسی شعبہ کے متعلق مفصل اور جامع اور کسی کے متعلق اشارتاً اور اجمالاً۔ اسلامی نظامِ حیات نے بنی نوع انسان کو ہر جائز خواہش پورا کرنے کی اجازت دے دی مگر اسے کچھ حدود و قیود کا پابند کر دیا۔ مقصد اس کا یہ ہے کہ انسان خود، دوسرے انسان اور مخلوقات اور انسانی معاشرہ متاثر ہونے سے بچے رہیں اور خواہشات کی تکمیل میں افراط و تفریط ان سب کو نقصان اور ضرر سے دو چار نہ کر دے۔ اس اصول کو یوں بیان کیا گیا:

> يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (۳۴)
>
> ''اے ایمان والو! جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں انہیں حرام نہ کرلو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ کو زیادتی کرنے والے سخت ناپسند ہیں''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحیح راستہ واضح کر دیا، کہ انسان دنیا میں پاک اور جائز و حلال اشیاء کے استعمال سے اور جائز کاموں سے خواہ مخواہ اعراض نہ کرے۔ البتہ حدود اللہ کی پابندی کرے۔ راہِ اعتدال پر گامزن رہے اور شدت پسندی (افراط و تفریط) سے پرہیز کرے۔ اس آیت اور اس مضمون کی دوسری آیات میں اللہ نے انسان کو حد سے تجاوز کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ''حد سے تجاوز'' کرنے کا کیا مفہوم ہے۔ صاحب تفہیم القرآن اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

> ''حد سے تجاوز کرنا'' وسیع مفہوم کا حامل ہے۔ حلال کو حرام کرنا اور خدا کی ٹھیرائی ہوئی پاک چیزوں سے اس طرح پرہیز کرنا کہ گویا وہ ناپاک ہیں، یہ بجائے خود ایک زیادتی ہے۔ پھر حلال کی سرحد سے باہر قدم رکھ کر حدود میں داخل ہونا بھی زیادتی ہے۔ اللہ کو تینوں باتیں ناپسند ہیں''۔ (۳۵)

چنانچہ ثابت ہوا کہ انسان کا کام یہ نہیں کہ حلال و حرام کے بارے میں خود فیصلہ کرتا پھرے یا ان کے

بارے میں حدِ اعتدال سے ہٹ جائے بلکہ اسے ان حدود و قیود کی پابندی کرنا چاہئے جسے باری تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ یہ اصول جملہ علوم و فنون پر بھی چسپاں ہوتا ہے کہ ان میں دلچسپی لینا، انہیں ترقی دینا اور انہیں اپنے لطف و انبساط کی خاطر بروئے کار لانا، انسان کا حق بلکہ فطری حق ہے۔ لیکن اس گوشۂ حیات میں بھی اسلام کے ضابطۂ حلال و حرام اور مزاج کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔

زندگی سے بھرپور فائدہ اٹھانا، خاطر خواہ لطف اندوز ہونا اور فی الحقیقت کامیاب زندگی گزارنا انسان کا حق ہے، لیکن یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب انسان ان کاموں کا سلیقہ جانتا ہو اور ان اصول و آداب سے کماحقہٗ واقف ہو جو زندگی کو آراستہ و پیراستہ کرنے اور اسے شائستہ بنانے کے لیے ضروری ہیں۔ ادب و سلیقہ، لطافتِ احساس، حسنِ ذوق اور جمال پسندی، یہ اسلامی زندگی کے وہ دل کش خدوخال ہیں جن کی بدولت مومن کی زندگی میں غیر معمولی کشش اور جاذبیت پیدا ہوتی ہیں۔ عام ذہن اسے دیکھ کر سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ ایک انسانیت نواز تہذیب ہے جو حسن و زیبائش اور لطف و جمال کا کس قدر خیال رکھتی ہے اور دنیا کی زندگی کو راحت و سکون، عیش و نشاط اور امن و عافیت کا گہوارہ بنانا چاہتی ہے۔ (۳۶)

مذکورہ بالا اصول و ضوابط ہمیں زندگی کی اس شاہراہ پر چلانا چاہتے ہیں جو بلاشبہ حسین و جمیل اور شگفتہ ہے مگر اس میں انتہا پسندی نہیں ہے۔ ہاں کچھ حدیں ہیں جنہیں پامال کرنے کی اجازت نہیں۔ انہیں اصول و ضوابط کی پابندی کرتے ہوئے اور اس متعین شدہ دائرہ کار کے اندر رہ کر آپ ہر نوع کے علوم و فنون میں درک حاصل کر سکتے ہیں۔ اس بنیاد پر اگر ہم طے کرنا چاہیں کہ فنونِ جمیلہ کے شعبوں میں ہمیں کن اصولوں کا لحاظ کرنا چاہیئے تو وہ کچھ یوں طے ہوتے ہیں۔

اوّل یہ کہ دینِ اسلام کے بنیادی عقائد پر زد نہ پڑے، خصوصاً نظریہ توحید متاثر نہ ہو۔ آرٹ ایسا نہیں ہونا چاہیئے جس سے شرک کی بُو آتی ہو یا جو مشرک قوموں کا شعار رہا ہے۔

دوم یہ کہ آرٹ میں پاکیزگی و نفاست کا عنصر نمایاں ہو اور عریانی و فحاشی سے اجتناب برتا جائے۔

سوم یہ کہ آرٹ میں محض تلذّذ ہی مقصود نہ ہو بلکہ اس میں خیر و فلاح کا کچھ نہ کچھ پہلو لازماً ہونا چاہیئے۔

ان اصولوں کی روشنی میں تشکیل پانے والا آرٹ لازماً اس قابل ہوگا کہ اسلامی آرٹ کہلا سکے۔ اسلام کے صدرِ اوّل میں جب اہلِ ایمان پر افکارِ اسلامی پوری طرح حاوی تھے تو ان اصولوں سے تجاوز نہیں کیا گیا۔ چنانچہ رسول اکرمؐ اور دورِ صحابہ کی شاعری مثال کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے۔ بعد کے ادوار میں اسلامی افکار کی چھاپ میں کمی آ جانے کے سبب اور دیگر اقوام و ملل سے اختلاط کے باعث فنون میں غیر اسلامی اثرات بھی داخل ہو گئے۔ پروفیسر سید محمد سلیم اس حوالے سے رقم طراز ہیں کہ:

"مختلف قوموں کے فنونِ لطیفہ کا تعلق ان کے تصورِ حقیقتِ کبریٰ سے بڑا قریبی

ہے (دوسری قوموں کے برعکس) مسلمانوں کے یہاں حقیقتِ کبریٰ کا تصور کچھ اور نوعیت کا ہے۔ اس لیے ان کے یہاں کچھ دوسرے انداز کے فنون نے عروج پایا اور فروغ حاصل کیا''۔

پروفیسر سلیم اسلامی حقیقتِ کبریٰ کے تین مظاہر بیان کرتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ حُبِّ رسولؐ، جس سے نعت خوانی وجود میں آئی۔

۲۔ بیت اللہ شریف (مکہ مکرمہ) جس سے تعمیر مساجد کا رجحان پیدا ہوا اور ساری اسلامی دنیا میں مسلمانوں نے اس نوعیت کے آرکیٹکچر میں لافانی شاہکار تخلیق کیے۔

۳۔ کلام اللہ۔ جس سے حسنِ قرآت وجود میں آئی۔ (۳۷)

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اسلام نے بت سازی، تصویر سازی، عریانی اور رقص و سرود کو ممنوع قرار دیا ہے اور مسلمانوں میں ان فنون کا در آنا دراصل انحراف کی صورتیں ہیں جو غیر پسندیدہ ہے۔ (۳۸)

فن میں اسلامی حدود و قیود کی پابندی کی بات چلی ہے تو سب سے پہلے فاشی و عریانی کے عنصر کی بات ہو جائے جو ہمیشہ سے فنونِ لطیفہ کا ایک اہم پہلو رہا ہے اور جس سے بچنا ایک مسلم آرٹسٹ کے لیے ضروری ہے۔ عہدِ قدیم سے تاحال غیر مسلم اقوام کی آرٹ میں یہ پہلو غالب عنصر کی حیثیت سے بچشم سر دیکھا جا سکتا ہے۔ مجسمہ سازی، تصویر سازی، تھیٹر اور فلم وغیرہ میں ننگا پن اور بے حیائی کے مناظر بہت عام ہیں۔ قدیم سے قدیم ذی روح تصاویر خواہ وہ مجسمے ہوں یا پینٹنگ کے نمونے، ان سب میں بے لباسی ایک عام فیشن رہا ہے۔ یونان، روم، ہندوستان وغیرہ کی پرانی تہذیبوں میں تمدنی و مذہبی طور پر ننگ دھڑنگ مجسمے اور تصاویر بنانے کا رواج عام تھا اور آج بھی ہے۔ (مغربی ممالک کی آرٹ گیلریاں ایسے نمونوں سے بھری پڑی ہیں اور ہندوؤں کے مندر ایسے مجسموں سے)۔ اس فاشی اور عریانی سے بچنا ایک مسلمان آرٹسٹ کے لیے ضروری ہے۔ خواہ اس کا تعلق فن ادب سے ہو، مصوری سے ہو یا کسی دوسرے شعبہ سے۔ عریانی و فاشی سے بچنے کا یہ اصول قرآن و سنت میں واضح طور پر موجود ہے۔ مثال کے طور پر اسی ایک آیت کو لیجیے جو اس کام سے صریحاً منع کرتی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ط وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (۳۹)

''بے شک جو لوگ ایمان لانے والے گروہ میں فحش پھیلانا چاہتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے''

یہ آیت، گویا جملہ امور اور شعبہ ہائے زندگی کے ایسے اعمال و اشغال پر قدغن لگا دیتی ہے جو فاشی کے

زمرے میں آتے ہیں۔ بقول مولانا مودودی:

> ’’اس آیت کے الفاظ فحش پھیلانے کی تمام صورتوں پر حاوی ہیں۔ ان کا اطلاق عملاً بدکاری کے اڈے قائم کرنے پر بھی ہوتا ہے اور بد اخلاقی کی ترغیب دینے والے اور اس کے لیے جذبات کو اکسانے والے قصوں، اشعار، گانوں، تصویروں اور کھیل تماشوں پر بھی۔ نیز وہ کلب اور ہوٹل اور دوسرے ادارے بھی ان کی زد میں آجاتے ہیں جن میں مخلوط رقص اور مخلوط تفریحات کا انتظام کیا جاتا ہے۔‘‘ (۴۰)

قرآن کا یہ فرمان جہاں دیگر شعبوں میں فحاشی و عریانی سے احتراز کا واضح حکم ہے بعینہٖ شعبۂ جمالیات و فنونِ جمیلہ پر بھی اس کا اطلاق بدرجۂ اتم ہوتا ہے۔ اور اس شعبہ میں انسان کے بھٹکنے کے واضح امکانات اقوامِ کفار کے فنون سے اچھی طرح واضح ہو جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی تہذیب و ثقافت آرٹ کا انکار نہیں کرتی، تاہم ان کا تعین وہ اپنے عقائد و نظریۂ حیات کے مطابق کرتی ہے۔ مغربی فکر و تہذیب کا مرکزی نکتہ چونکہ یہ ہے کہ انسان اپنا خدا خود ہے اور مختارِ مطلق ہے لہٰذا انسان اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق زندگی بسر کرنے میں آزاد ہے۔ چنانچہ اس نظریۂ حیات کے مطابق شیطان اور نفسِ امارہ کو کھل کھیلنے کا موقع ملتا ہے اور جنس پرستی اور لذّت کوشی ایک باقاعدہ فلسفہ بن کر سامنے آتے ہیں۔ یوں عریانی و فحاشی ان کے نزدیک فرد کا ذاتی معاملہ، اس کا حق اور اس کی مرضی اور خواہش سے متعلق معاملہ ہے۔ (۴۱)

مندرجہ بالا بحث ان حدود و قیود کی طرف اشارہ کرتی ہے جس کے اندر رہ کر ہی ایک مسلم آرٹسٹ کو کام کرنا چاہیے۔ ان حدود میں چند اہم باتیں اوپر بیان ہوئیں لیکن سب سے بنیادی اور اصولی بات یہ ہے کہ اھلِ کفار اور اھلِ اسلام کے مابین جو سب سے بنیادی فرق ہے اور جسے سب سے زیادہ ترجیح دینا ضروری ہے وہ ہے توحید اور شرک کا فرق۔ دینِ اسلام توحید خالص پر استوار ہے جب کہ غیر مسلم اقوام میں سے بیشتر شرک کی آلودگی سے لتھڑی ہوئی ہیں۔ جس کا نمایاں اثر ان کے فنون میں بھی دکھائی دیتا ہے۔ مسلمانوں نے اپنے فنون کی تاریخ میں اس سے کافی حد تک بچنے کی کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجسمہ سازی اور ذی روح اجسام کی شبیہ سازی میں یہ اھلِ مغرب اور دیگر اقوام مثلاً ہندوؤں اور بدھوں سے بہت پیچھے ہیں۔ اس کی بجائے خطاطی، نقش و نگار اور دیگر غیر جسمانی اشکال پر مبنی آرائشی فنون ہی مسلمانوں کا نمایاں ترین فنِ جمیل ہے۔

پیغمبر اسلامؐ نے مسجدوں میں بتوں اور تصویروں کی جو ممانعت کی اس سے عربوں میں فنِ نقاشی نے بہت ترقی کی۔ یہ فن اسلامی عمارتوں کو عجیب و غریب دلکشی عطا کرتا ہے اور یورپ نے بڑی حد تک اس کا چربہ اتارا ہے۔ جب عربوں کو دوسری اقوام کے فنون سے آشنائی ہوئی تو بلاشبہ انہوں نے پھل پھول کے ساتھ جانور اور پرندے بھی اپنی نقاشی میں داخل کر لیے مگر پھر بھی مسجدوں کی زیب و زینت میں انسانوں اور حیوانوں کی

شکلیں ہمیشہ سے ممنوع ہی قرار پائیں۔ ہیئت کی پاکیزگی، خاکے کی سادگی، وضع قطع کی لطافت، تناسب کی بے عیبی، جزیات کی ہم آہنگی، دست کاری کی عمدگی اور تخیل کی بلندی مسلمانوں کے فن کی جان ہیں۔ بالخصوص جس نزاکت اور خوش اسلوبی سے تعمیرات کی آسائش وزیبائش کی گئی ہے وہ لاجواب ہے۔(۴۲)

مسلمانوں کی آرٹ کے تاریخی اور وسیع مطالعے اور مشاہدے سے ایک بات یہ سامنے آتی ہے کہ باوجود علاقائی اختلافات کے اس آرٹ میں وحدت کا رنگ موجود ہے۔ وحدت سے یہاں مراد ایسے پہلو ہیں جن میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ اس وحدت اور یکسانیت کا بنیادی سبب اسلامی عقیدہ تھا۔ اسی عقیدے نے ابتدائی صدیوں میں اموی اور عباسی دور خلافت میں مختلف اور دور دراز کے اسلامی علاقوں کو ایک مملکت جیسی شکل دے دی تھی۔ اسی ملی وحدت کے تصور نے کلاسیکل اسلامی فن کی تشکیل و ترویج کی۔ بلاشبہ اسلامی آرٹ بہت سی تہذیبی وراثتوں کے ملاپ کا نتیجہ تھا جن میں سرفہرست یونانی اور بازنطینی تہذیب تھی اور بعد ازاں اس میں ساسانی (ایرانی) تہذیب کے طاقت ور اثرات بھی در آئے۔ اس لحاظ سے اسلامی آرٹ جامد نہیں رہ سکتا تھا۔ لہٰذا مختلف علاقائی ثقافتوں کے زیر اثر اسلامی آرٹ میں وسعت اور تنوع پیدا ہوتا رہا مگر بنیاد یہی رہی کہ آرائش وزیبائش کے وہی عناصر قبول کیے جائیں جس سے اسلامی نظریات و تصورات متاثر نہ ہوں اور نئے مسلم معاشرے کی ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں۔ چنانچہ ہم اس سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ اسلامی آرٹ حقیقت میں ایسا آرٹ ہوتا ہے جو اس کے بنیادی فلسفے سے متصادم نہ ہو اور فنون جمیلہ کے تقاضے بھی مناسب حد تک پورے کرتا ہو۔(۴۳)

مقصدیت اور افادیت

فنی تخلیقات کے مقاصد میں صرف تفریح اور حسن جمال کی تسکین ہی شامل نہیں بلکہ کچھ فرائض اور ذمہ داریاں بھی ہیں جو ایک فن کار پر عائد ہوتی ہیں۔ قبل ازیں بیان ہو چکا کہ مسلم آرٹسٹ کا اولین مقصد تو حید و تمجید باری تعالیٰ ہے۔ اس مقصد کے علاوہ اور بھی کچھ مقاصد اس کے پیش نظر رہنے چاہئیں۔ بات یہ ہے کہ خالق حقیقی نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ یہ بات شاید ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ اس سے کیا مراد ہے لیکن یہ بات ضرور سمجھ میں آتی ہے کہ انسان کو خدائی اخلاق اپنانے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی تخلیق اور عمل بے مقصد نہیں اور نہ کوئی کام حکمت سے خالی ہے۔ ایک آرٹسٹ اور تخلیق کار کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ اس کا کوئی شہ پارہ بے مقصد نہیں ہونا چاہیئے جیسا کہ اس کے خالق و مالک کی تخلیقات ہیں اس پہلو سے قرآن یہ کہتا ہے کہ:

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِم مَّا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ (۴۴)

''کیا انہوں نے اپنی جانوں پر غور نہیں کیا؟ (تاکہ سمجھ جاتے) کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان کے درمیان ہے بالحق (یعنی بامقصد) پیدا کیا ہے''

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کی ہر تخلیق میں غرض وغایت اور معنویت ضرور ہوا کرتی ہے۔اس سے ''فن برائے فن'' اور ''فن برائے زندگی'' کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔یہ بحث اگرچہ پرانی ہے مگر جب تک ہمارے شعور میں زندہ اور متنازع فیہ رہے گی، اس کی اہمیت کم نہ ہوگی۔جو طبقہ فن برائے فن کا قائل ہے، اس کے نزدیک فن میں مقصدیت یا افادیت کا ہونا ضروری نہیں ہے۔اسی بنا پر وہ فن کو دین واخلاق سے منقطع کرنے کا قائل ہے اور یہ لوگ فن کے ذریعے محض تسکین اور تکمیل ذات کے قائل ہیں۔ (۴۵)

فن کار کا اپنے مقصود ومعبود اور رب سے صرف نظر کرنا اس کی جہالت اور نادانی کی دلیل ہے۔اس کا ایسا کرنا اپنی فطرت سے بغاوت ہے۔فن کار بھی دوسرے انسانوں کی طرح اللہ کا بندہ ہے لہٰذا اسے اسی دائرے میں رہ کر ہر فن پارہ تخلیق کرنا چاہیے۔بندگی اور پرستش میں محبت وعقیدت کا حد درجہ اظہار ہوتا ہے، اسی طرح انسان کو اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔سو فن کار کو چاہیے کہ اپنی کارگزاریوں میں اس پہلو کو ہرگز نظر انداز نہ کرے۔اسی جذبے اور سعی کا نام مقصدیت ہے۔اس جذبے سے جب کوئی فن کار کام کرے گا تو اس میں بنی نوع انسان کے لیے افادیت کے عناصر لازماً پیدا ہو جائیں گے۔فن کار چونکہ اسی دنیا کا ایک فرد ہے اس لیے اس کے فن کو زندگی کی حقیقی اقدار کا آئینہ دار ہونا چاہیے۔ (۴۶)

فن کی آزادی کا نظریہ اہل مغرب کا مقبول نظریہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کی آرٹ مذہبی واخلاقی اقدار سے عاری نظر آتی ہے۔اس نظریے کے حامی کہتے ہیں کہ فن کی نشوونما کے اپنے اصول ہیں، لہٰذا فن پر کوئی پابندی یا قدغن نہیں ہوتی۔چنانچہ ''فن برائے فن'' کی تائید میں اس قسم کے کئی دعوے پیش کیے گئے۔لیکن یہ سب دعوے محل نظر ہیں۔اگر فن کار اپنے معاشرے کا سنجیدہ، شائستہ اور باوقار فرد ہے تو وہ اخلاقی وروحانی اقدار سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔کیونکہ ایک حساس اور دانش ور فرد کی حیثیت سے اس کی ذمہ داری ہے کہ سماج کی رہنمائی کرے اور اپنی فہم وذہانت کی روشنی میں اسے خیر وشر سے آگاہ کرے۔ (۴۷)

جہاں تک ''فن برائے فن'' کا نعرہ تخلیق کرنے والوں کا تعلق ہے تو وہ دراصل ملحدانہ افکار ونظریات رکھنے والے لوگ تھے اور اسی الحاد وزندقہ کی اشاعت ان کے پیش نظر تھی۔یہ چالاک لوگ اس نظریہ فن کی ترقی وفروغ کے ذریعے ایسا معاشرہ تشکیل دینا چاہتے تھے جو روحانی ومعنوی اقدار سے تہی دست ہو اور خالص غیر روحانی اور مادّہ پرستانہ افکار پر استوار ہوا ہو۔اور وہاں کے باشندوں کا مقصد زندگی صرف حیاتیاتی تقاضوں کی پرورش اور تکمیل ہو۔اس نعرے کا دوسرا سبب وہ گھٹن تھی جو اکابرین کلیسا کی تنگ نظری اور دقیانوسیت کے ردعمل کے طور پر سامنے آئی۔اہل کلیسا نے نت نئی سائنسی نظریات اور ایجادات کو خلاف مذہب وعقیدہ جانتے ہوئے نہ صرف

رد کر دیا تھا بلکہ ان کے موجدوں کے خلاف انتہائی متعصبانہ اور ظالمانہ رویہ اختیار کر رکھا تھا۔انہوں نے ہر اس شخص کو لائق تعزیر اور قابل گردن زنی گردانا جس نے کلیسا کے غیر حقیقت پسندانہ اور غیر دانش مندانہ تعصبات اور افکار کا ساتھ نہ دیا۔اس غلط روش کا ردِ عمل یہ ہوا کہ اہلِ مغرب کو سرے سے نفسِ مذہب ہی سے نفرت ہو گئی اور انہوں نے اسے عملی زندگی سے نکال باہر کر کے صرف چرچ تک محدود کر دیا۔اس طرح جن خطوط پر جدید مغربی افکار و نظریات کی تشکیل ہوئی اس میں مذہبی، روحانی اور اخلاقی اقدار کی کوئی حیثیت نہ تھی اور اسی وجہ سے وہاں کے فنون میں بھی ان اقدار کا عمل دخل نہ ہونے کے برابر رہ گیا۔(۴۸)

ان مغربی نظریاتِ فن کے برعکس اسلامی نظریہ یہ ہے کہ مسلمان دنیا میں ایک منصب لے کر آیا ہے اور یہ منصب ہے "امانتِ الٰہی" جس کا بار اٹھانے سے ارض و سمٰوٰت نے انکار کر دیا۔یہ بارِ امانت جو انسان نے اٹھا رکھا ہے اس کا ادراک قرآنِ مجید نے انسان کو یوں بخشا ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا
وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ط (۴۹)

"بے شک ہم نے یہ امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کو پیش کی مگر انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اسے اٹھا لیا"

لہٰذا مسلمان کا کام یہ ہے کہ اس منصبِ عظیم کی نگہداشت کرے۔بقول اردو دائرہ معارفِ اسلامی اس عظیم منصب کی تکمیل کے لیے عمل، جد و جہد اور یقین کا ہونا ضروری ہے اس لیے از روئے عقیدہ مسلمانوں کے ہر عمل (بشمول فن) کو یقین افروز اور مقاومت آموز ہونا چاہیے۔انسان کی عقل، جوارح اور حواس سب اسی مقصد کے لیے وقف ہونا چاہئیں۔اس تصور کی رو سے تخیل کی کاروائی بھی بے مقصد نہیں بلکہ برائے زندگی و عمل ہے اور زندگی و عمل کا برائے رضائے الٰہی ہونا ضروری ہے۔فن کی مقصدیت کے حوالے سے مزید یہ کہ:

"یہاں پہنچ کر فن برائے زندگی اور زندگی برائے عبادت بن جاتی ہے۔فن وہ نہیں جو مادے میں جذب ہو جانے کی تلقین کرے بلکہ وہ ہے جو مادے پر غلبہ حاصل کر کے اس کی تسخیر کرے۔کیونکہ یہ تسخیر امانتِ الٰہی کی صحیح نگہداشت کا ایک حصہ ہے۔"(۵۰)

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی مطمعِ نظر سے آرٹ کا مقصد زندگی کی تعمیر و تکمیل ہی ہے لیکن مغربی ممالک کے زیرِ قبضہ آجانے کے سبب اور غلامی کے لازمی اثرات کے نتیجے میں تخلیق ہونے والی کاوشیں حیات کی ضوفشانی سے خالی نظر آتی ہیں۔عہدِ غلامی کی اس یاسیت زدہ اور مقصد و افادیت سے تہی دامن تخلیقات کو چند مسلم دانش وروں نے آڑے ہاتھوں لیا اور مسلم فن کاروں کو راہِ راست دکھانے کی سعیِ جمیلہ کی۔شاعروں میں یہ کام سب سے پہلے حالی نے کیا اور اسے انتہا تک پہنچانے والے اقبال تھے۔علامہ اقبال نے غلامی کے زیرِ اثر تخلیق

ہونے والے ادب، مصوری اور سنگ تراشی پر ضرب کاری لگائی، کیونکہ دورِ غلامی کی آرٹس اشیاء پرست ہو جاتی ہیں۔ ان کے فن پارے استعماری نظریات کی عکاسی کرتے ہیں۔ اس عہد کے فن کار بے یقینی کے اسیر ہو جاتے ہیں۔ نتیجتاً ان مصوروں، ادیبوں اور سنگ تراشوں میں تحقیق و جستجو کا جذبہ ماند پڑ جاتا ہے۔ (۵۱)

اسلامی فنونِ جمیلہ کی ابتدائی اور وسطی تاریخ کا مطالعہ و مشاہدہ ہمیں بتاتا ہے کہ مسلم فن کاروں کا ذہن بالعموم فن کی عملیت اور افادیت کی طرف زیادہ دور رہا ہے۔ اور ایک تصور یہ ہے کہ فن کار خالق (creator) نہیں بلکہ (maker) ہے، یعنی تخلیق سے زیادہ صناعت پر زور دیا گیا ہے۔ اسی سبب سے چند صدیاں قبل تک فنونِ جمیلہ میں سے اکثر کو صناعت کے زمرے میں ہی شمار کیا جاتا تھا۔ (۵۲)

عہدِ حاضر کے چند ادیب ایسے بھی ہیں جنھوں نے ادب برائے ادب اور فن برائے فن کے مقبولِ عام نظریات کے برعکس فن کی اسلامی اساسیات کو سمجھا اور اس کے فروغ کے لیے سعی و جد و جہد کی۔ ایسے مسلم مفکرین نے تاریخی حوالوں سے بتایا کہ مسلم فن کاروں کو اسلامی نکتۂ نظر سے تخلیقِ فن کرتے ہوئے کسی شرم اور جھجک سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اس سلسلے میں خصوصاً ''ادب'' کا حوالہ دے کر فکرِ اسلامی کے حق میں دلائل دیے گئے۔ گو یہ تحریریں ادب کے حوالے سے لکھی گئیں لیکن ان کا اطلاق وسیع معنوں میں جملہ فنونِ لطیفہ پر ہوتا ہے۔ اسی قسم کی ایک تحریر میں فن کی افادیت یوں بیان کی گئی:

> ''شعر و ادب اپنی لفظی و معنوی خوبیوں کی بنا پر قابلِ قدر نہیں ہے۔ وہ اگر زندگی کی صلاح و فلاح کے لیے کام نہیں کرتا تو ذہن کی عیاشی اور اربابِ نشاط کی عشوہ گری ہے۔ اور اگر زندگی کو بگاڑنے کے لیے کام کرتا ہے تو میٹھا زہر ہے۔ قدر کے قابل وہ صرف اسی وقت ہوتا ہے جب اس کا حسن زندگی کے جمال میں اضافے کا موجب ہو رہا ہو۔'' (۵۳)

فنی اصول و محاسن کا حتی الامکان استعمال

فنونِ جمیلہ کا نمایاں ترین وصف جمال آفرینی ہے۔ اس کے لیے فنی اصولوں اور محاسن کے استعمال کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ ایک مسلم فن کار مقصدیت و افادیت کے ساتھ ساتھ اپنے فن میں فنی خوبیوں اور خصائص کا بھی حتی الوسع اہتمام کرے۔ ان کے بغیر فن، فنِ لطیفہ نہیں رہتا اور محض پراپیگنڈہ اور ناصحانہ خانہ پری قرار پاتا ہے۔

قرآن حکیم کی آیات جمالیات سے بھی مترشح ہوتا ہے کہ تخلیقی عمل کے لیے فنی خوبیوں اور محاسن کو اختیار کرنا کسی فن کار کے لیے لازم ہے۔ ان کے بغیر کوئی عمل اور تخلیق ''حسن و جمال کا شاہکار'' قرار نہیں دی جا سکتی۔ آرٹ میں نمایاں ترین پہلو ''حسن'' ہے اور حسن بغیر محنتِ شاقہ اور بغیر خونِ جگر پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ:

نقش ہیں سب ناتمام، خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام، خونِ جگر کے بغیر (۵۴)

خونِ جگر صرف کیے بغیر کسی فن پارے میں وہ نزاکت، گہرائی اور مقصدیت پیدا نہیں ہو سکتی جو فن کی اساس ہے۔فن کار کو مولانا حالی کے اس نظریے پر کاربند رہنا چاہیئے:

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب ٹھہرتی ہے دیکھیئے جا کر نظر کہاں (۵۵)

فنِ جمیل میں غیر معمولی نزاکت ولطافت کا مظاہرہ نہ کرنا محض ایک میکانکی عمل اور جسمانی ہنر مندی بن کر رہ جاتا ہے اور صحیح معنوں میں آرٹ کہلانے کا مستحق نہیں رہتا۔فن کار کو چاہیئے کہ تخلیق کی مقصدیت کو بھی ضرور پیشِ نظر رکھے مگر فن کی نزاکت ولطافت سے بھی پہلوتہی نہ کرے۔یعنی فن مقصدیت اور حسن و جمال کا ایک مثالی مرکب ہونا چاہیئے۔جس طرح فن برائے فن پر نظریاتی لوگ کھلی تنقید کرتے ہیں اسی طرح ''فن برائے زندگی'' پر بھی یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ ایک ناخوش گوار عمل ہے جو لوگوں پر ایک ناپسندیدہ بوجھ بن کر رہ جاتا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ فن میں مقصدیت اور پراپیگنڈا اس قدر غالب آ چکا ہوتا ہے کہ وہ آرٹ کے بجائے خالص وعظ و نصیحت کا روپ دھار لیتا ہے۔لہٰذا فن کار کو مقصدیت اور فنی محاسن دونوں کو ساتھ لے کر چلنا چاہیئے۔قرآن مجید کی یہ آیت فن کار کے لیے راہِ صواب کا ٹھیک ٹھیک تعین کرتی ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ ○ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ (۵۶)

''اس (خدا) نے تیری تخلیق ایسی کی کہ تیرے (عناصر) میں مناسبت اور ہم آہنگی حد کمال تک پیدا کی۔پھر ان میں تناسب و اعتدال پیدا کیا، اس کے بعد جیسی شکل و صورت بنانا چاہی ترتیب دے دی۔''

ان آیات میں خالقِ کائنات نے تخلیقِ انسانی کے ضمن میں ہیولے سے لے کر صورت گری تک چار مراحل کا ذکر کیا ہے:

اول۔تخلیق: اس سے یہاں مراد وجودِ انسانی کا خاکہ بنانا ہے۔
دوم۔تسویہ: وجودِ انسانی کے عناصرِ ترکیبی میں مناسبت اور ہم آہنگی پیدا کرنا۔
سوم۔تعدیل: یعنی انسانی وجود میں تناسب و اعتدال پیدا کرنا۔
چہارم۔ترکیبِ صُوری: یعنی شکل و صورت بنانا اور نوک پلک سنوارنا۔(۵۷)

خالق ارض وسماء نے یہاں تخلیقِ انسانی کے جن مراحل کا تذکرہ کیا ہے، اس میں ایک آرٹسٹ کے لیے بہترین رہنمائی موجود ہے۔آرٹسٹ کو چاہیئے کہ وہ جو فن پارہ بھی تخلیق کرے ان مراحل اور درجات کو ملحوظ خاطر

رکھے۔یعنی پہلے وہ اپنی زیرِ تکمیل کاوش کا خاکہ یا ہیولہ بنائے۔ پھر اس کا تسویہ کرے یعنی اس کے عناصر ترکیبی میں مناسبت اور ہم آہنگی پیدا کرے اور پھر اس کاوش کے وجود میں اعتدال و تناسب پیدا کرے اور آخر کار اپنی تخلیق کی نوک پلک سنوارے اور اسے نک سک سے درست کرے یعنی اسے (refine) کرے۔(۵۸)

خدا جو خالقِ کلِ شی ہے اس کی جملہ تخلیقات میں اعتدال و توازن اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔اس بات کو قرآن یوں بیان کرتا ہے:

صُنْعَ اللّٰہِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ (۵۹)

''یہ اللہ تعالیٰ کی کارگری ہے کہ اس نے ہر شے کمال درستگی اور استواری کے ساتھ بنائی''

نباتات کے متعلق فرمایا:

اَنْۢبَتْنَا فِیْھَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ (۶۰)

''اور ہم نے زمین میں ہر شے موزونیت اور تناسب رکھنے والی اگائی''

اور آسمانوں کی پیدائش کے بارے میں فرمایا:

اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ(۶۱)

''وہ (باری تعالیٰ) ہے جس نے ساتوں آسمانوں کو متناسب و ہم آہنگ پیدا کیا۔تم رحمٰن کی تخلیق میں کوئی تفاوت نہیں پاؤ گے''

مختلف اشیاء کی تخلیق میں توازن، اعتدال اور حسن و زیبائش کے حوالے سے ان گنت آیات ہیں جنہیں خوفِ طوالت کے پیشِ نظر بیان نہیں کیا جا رہا۔مختصر یہ ہے کہ یہی اصولِ تخلیق، باری تعالیٰ کی ہر تخلیق میں موجود ہے:

وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقْدِیْرًا (۶۲)

''اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، اور اس میں صحیح تناسب اور وزن ملحوظ رکھا''

ثابت ہوتا ہے کہ خالقِ حقیقی کی ہر تخلیق محض تخلیق نہیں ہوتی بلکہ توازن و تناسب اور حسن و جمال کا شاہکار ہوتی ہے۔لہٰذا فنِ جمیل سے وابستہ لوگوں کو چاہیئے کہ اپنے ہر فن پارے میں ان تمام خوبیوں کو سمونے کی حتی الامکان سعی کریں۔اور اسے غیر مسلموں کے مقابلے میں لانے کی کوشش کریں اور دینِ اسلام، جہاں تک اجازت دیتا ہے، اسے ترقی و عروج سے ہم کنار کریں کوئی حرج نہیں کہ مسلم فن کار فنِ شاعری اور ادبِ لطیف کی دوسری شاخوں میں نئے نئے تکنیکی و فنی تجربات کرے۔مصوری میں موئے قلم سے نت نئے زاویہ ہائے فن پیش کرے۔خطاطی اور نقش و نگار کو لافانی بنانے کے لیے محنتِ شاقہ کی آخری حد تک چلا جائے۔عمارت سازی

میں حسن و جمال پیدا کر کے دنیا کو حیران کر دے اور اسی طرح دیگر فنونِ جمیلہ میں بھی ندرت و جمال کے ایسے رنگ ڈھنگ اختیار کرے کہ ایک دنیا اس کی مہارتوں کی معترف ہو جائے۔

''حسن کاری'' فن کی لازمی شرائط میں سے ہے بلکہ فن کی تعریف ہی ''تخلیقِ حسن'' سے مشروط ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر فن کی تعریف کے تحت لکھتے ہیں:

> ''حسن، حقیقتِ مجردہ ہونے کے سبب اپنے اظہار و نمود کے لیے شکل و صورت کا محتاج ہے اور حسن کو ارادتاً کسی شکل و صورت میں ظاہر کرنے کے ہنر کو فن کہتے ہیں۔ اس تعریف کی رو سے ہر فنی تخلیق کا حسین ہونا ناگزیر ہوا، جیسا کہ خالقِ حقیقی کی ہر ارادی تخلیقی فعلیت کے نتیجے سے ظاہر و ثابت ہے۔'' (۶۳)

آگے چل کر مزید کہتے ہیں:

> ''فن کی تیسری شرط اس کا حسن اور صلاحیت سرور انگیزی ہے۔ ظاہر ہے جو شے حسین ہوگی وہ جمالیاتی حس کی تشفی ضرور کرے گی، اس لیے جو چیز حسین اور سرور انگیز نہیں ہوگی، وہ ہرگز فنی تخلیق کہلانے کی مستحق نہیں ہوگی۔'' (۶۴)

مسلمانوں نے اپنے آغاز سے بعد کی چند صدیوں تک مقصدی اور افادی فنونِ لطیفہ میں بلاشبہ حسن کاری کا بھی کماحقہٗ خیال رکھا ہے اور اسلام نے ان خرابیوں کو دور کر دیا جو بت تراشی اور مصوری اور دوسری تخلیقوں میں کارفرما تھیں۔ جن سے انسان اپنی قوتِ تخلیق کا نہ تو جائزہ لے سکا اور نہ ہی خدا کی خدائی اس کی کسی قوت سے مستفید ہو سکی۔ اس بنیادی اصول کے پیشِ نظر مسلم فن کاروں نے مذہب کو فنونِ جمیلہ سے علیحدہ کر کے اسے انسانی ضرورتوں کے تابع کر دیا۔ اور ثابت کیا کہ مذہب انسان بدعتوں اور توہم پرستی کے بغیر بھی جمالیات اور حسن تخلیق سے استفادہ کر سکتا ہے۔ اور فنون کی گہرائیوں سے ہم کنار رہ کر بھی خالق کے منشا کو پورا کر سکتا ہے۔ حضرت سرورِ کائناتؐ کے ظہور کے بعد فنونِ لطیفہ اور سنگ تراشی جمالیات، حسنِ لطافت اور زندگی کی نشو و نما میں شریک ہو گئی۔ (۶۵)

چغتائی صاحب کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مذہب اور آرٹ کی دوئی کے قائل ہیں اور بتاتے ہیں کہ دوسری اقوام نے آرٹ اور مذہب کو گڈمڈ کر دیا اور ہر طرح کی آرٹ کو بلا روک ٹوک مذہبی مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ لیکن اس تصویر کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں نے بھی آرٹ کو مذہبی مقاصد کے لیے حتی الامکان استعمال کیا مگر کوشش کی کہ مقصد اور حسن کو ایسی یک جائی دی جائے کہ یہ لوگوں کے جمالیاتی ذوق کی تسکین کا سامان بھی ہو اور مقصدیت کا مسئلہ بھی حل ہو جائے۔ چنانچہ کچھ خصوصی فنون وجود میں آئے جس میں افادیت اور حسن دونوں پہلو بدرجۂ اتم موجود تھے۔

جمال وجلال کا حسین امتزاج

کسی بھی فنی کاوش کو جو خصوصیات درجۂ کمال تک پہنچاتی ہیں وہ جمال و جلال ہیں۔ بظاہر یہ ایک دوسرے کی ضد اور مخالف لگتی ہیں لیکن درحقیقت ایک دوسرے کا تکملہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو ہر شے کو جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا ہے تو صنف کا یہ اختلاف دراصل جمال وجلال کا ہی مظہر ہے:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (۶۹)

''اور ہم نے ہر چیز کو جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا''

یعنی مادہ جمال ہے تو نر جلال۔ ذی روح یا جاندار اشیاء کے علاوہ دیگر تخلیقات خداوندی میں بھی دیکھئے تو جمال کے بالمقابل جلال نظر آتا ہے، اور اسی سے حسن کی تکمیل ہوتی ہے۔ ایک طرف اگر سرسبز وشاداب میدان ہیں تو دوسری طرف فلک بوس کہسار، کہیں بہتے ہوئے جھرنے ہیں تو کہیں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر، کہیں خوش نما نرم ونازک پرندے ہیں تو کہیں قوی ہیکل اور خوں خوار درندے، کہیں پھول ہیں تو کہیں کانٹے، کہیں نرم زمین ہے تو کہیں سنگلاخ دھرتی، غرض ہر عالم یعنی نباتات، جمادات، حیوانات ہر کہیں جمال وجلال ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ قدرت کے اسی توازن سے حسن مکمل ہوتا ہے۔ اس بات کو ڈاکٹر نصیر احمد ناصر یوں بیان کرتے ہیں:

> ''حسن کی دلکشی اور جاذبیت اور نظر افروزی وسرور انگیزی کا ایک سبب یہ ہے کہ اس میں جمال وجلال کے دو ایسے عناصر پائے جاتے ہیں جو رنگِ تخالف وتضاد سے مزیّن ہیں۔ مغرب کے علمائے جمالیات، مثلاً لون جائنس، برک، کیٹز اور کانٹ جنہوں نے خصوصیات سے ''جلال'' کو موضوعِ فکر ونظر بنایا ہے، اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ جلال (sublime) حسن (beauty) ہی کی ایک صنف ہے۔'' (۶۷)

مغربی حکماء کے مقابلے میں جن مشرقی حکماء نے حسن کے دونوں مظاہر یعنی جمال وجلال کو ایک ہی تصویر کے دو رخ کے طور پر دیکھا ہے۔

ان میں سرفہرست علامہ اقبال ہیں۔ اقبال کی نثری وشعری تحریریں ان کے اس ادراک کا پتہ دیتی ہیں۔ وہ اہلِ ہند کے فنون لطیفہ سے اس لیے ناخوش تھے کہ اس میں کمزوری، بے عملی اور یاس وقنوطیت کا پہلو حاوی تھا۔ اور جہد وعمل اور جلال وجبروت کا عنصر ان کے فن میں کم تھا جیسا کہ وہ کہتے ہیں ع

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

اور ہندی فن کاروں کی تخلیقات میں جلال کا عنصر نہ پا کر یوں گویا ہوتے ہیں:

نہ ہو جلال تو حسن و جمال بے تاثیر
نرا نفس ہے اگر نغمہ ہو نہ آتش ناک (۶۸)

اقبال مسلمانوں کے جس فن سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے وہ فنِ تعمیر ہے، کیونکہ یہ تعمیرات ان کے شاندار اور پُرشکوہ ماضی کا پتہ دیتی ہیں۔ ہسپانیہ کی سیاحت کے دوران جس تعمیر سے وہ سب سے زیادہ متاثر ہوئے وہ مسجدِ قرطبہ ہے۔ اسے دیکھ کر انہوں نے ایک طویل نظم کہی جس میں بندۂ مومن اور اس کے کارناموں میں جمال وجلال، دونوں عناصر کی ہم آہنگی کو انہوں نے بے حد سراہا۔ (۶۹)

جلال اور جذبۂ عمل کے تاثر سے خالی فن پر اقبال کبھی مطمئن نہیں ہوئے اور اس سے بچنے کی تاکید کرتے رہے۔

الحذر ایں نغمہ موت است وبس
نیستی در کسوتِ صوت است وبس (۷۰)

فن میں جمال وجلال کا یہ تصور قرآن سے ماخوذ ہے۔ یہ دونوں صفات خدا کی ذات میں بدرجۂ کمال موجود ہیں اور اس کی تخلیقات میں بھی حسبِ ضرورت پائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے جمال اس کی ربوبیت ورحمت اور احسان وکرم کی صفات کا جبکہ جلال وقہر اس کے قدرت وعزت اور صمدیت وعدل کا مظہر ہے۔ خدا جہاں رحمان ورحیم ہے وہاں مالکِ یوم الدین بھی ہے۔ مبادا لوگ اس کی بے پایاں رحمت کو دیکھتے ہوئے اخروی سزا سے بے نیاز ہو کر زمین کو ظلم وجور سے نہ بھر دیں۔ اسی طرح وہ حلیم وغفور ہونے کے ساتھ ساتھ عزیزٌ ذوانتقام بھی ہے۔ اور شدیدُ العقاب بھی ہے۔ غرض خدائے بزرگ وبرتر کی صفات ہمہ جہت، ہمہ پہلو اور ہمہ گیر ہیں جو اس کی قدرت واکملیت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اسی طرح بندۂ مومن کی حالت ہے کہ وہ نرمی وسختی، محبت ونفرت اور عفو وانتقام کی متضاد خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔

قہاری وغفاری وقدوسی وجبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان (۷۱)

اور یہ جو بظاہر متضاد صفات ہیں یہ بندۂ مومن کو اعلیٰ ومتوازن انسان بناتی ہیں کہ جہاں جس صفت کو بروئے کار لانے کا تقاضا ہے بروئے کار لایا جائے، کچھ یوں کہ:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح
رزمِ حق وباطل ہو تو فولاد ہے مومن (۷۲)

اسی بات کو قرآن حکیم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ (۷۳)

"کہ مومنین کفار پر بہت سخت اور باہم بڑے رحم کرنے والے ہیں"

یہی جمال وجلال ہے جس کا عکس مومن کی تخلیقی سرگرمیوں میں بھی نظر آنا چاہیئے، کیونکہ یہ دونوں اقدار مل کر ہی فن کی تکمیل کرتی ہیں۔ مثلاً موسیقی میں سُر کے دو آہنگ ہوتے ہیں ایک زیر دوسرا بم، اور اسی زیر و بم سے غنائیت پیدا ہوتی ہیں۔ سو کمالِ فن کے لیے لازم ہے کہ اس میں جمال وجلال دونوں ایک توازن وتناسب سے موجود ہوں۔ یعنی اس میں جمال کی نرمی ولطافت بھی ہو اور جلال کی قوت وتاثیر بھی۔ فنی زبان میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس میں سلبی وایجابی دونوں پہلو ہونے چاہئیں۔ یعنی ہر فن پارہ جمیل کے ساتھ جلیل بھی ہو۔ نری لطافت ونزاکت ہی فن کے لیے کافی نہیں ہوتی بلکہ اس میں عنصرِ جلالت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ یہاں فن برائے فن کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ اگر فن محض برائے فن ہو تو یہ نرا جمال ہوگا اور اگر فن محض برائے زندگی ہوگا تو نرا جلال ہوگا۔ فن دراصل تبھی مکمل ومعتدل ہوگا جب اس میں فنی محاسن کے ساتھ ساتھ افادیت کا پہلو بھی موجود ہو یعنی جمال وجلال دونوں موجود ہیں۔

جمال وجلال کی اس بحث کو یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ فن کا مقصود محض حظ ومسرت نہیں بلکہ تسخیر بھی ہے۔ اسی کا دوسرا نام اتصاف باوصاف اللہ ہے۔ اسلام نے جس طرح زندگی کا تصور بدل کر رکھ دیا تھا اسی طرح فن کا تصور بھی تبدیل کر دیا۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے فن محض نقالی (Mimesis) نہیں بلکہ عملِ خیر کی ایک صورت بھی ہے جو روحانی قرب واتصال کا وسیلہ بنتا ہے۔ فن کا یہ تصور حق وصداقت پر یقین کو بڑھاتا ہے اور پوری کائنات کو حسن وخوبی اور خیر وبرکت سے بھر دینے کا متمنی ہوتا ہے۔ "اسلامی نقطۂ نظر سے خیر (حسنِ عمل)، کمال (تکمیلِ حیات) اور جلال (قدرِ تسخیر) تینوں فن کی بنیادی اقدار ہیں اور اسی کو اقبال نے "جمال وجلال" سے تعبیر کیا ہے۔ (۴۷)

مسلمانوں کے عہدِ ماضی کی بیشتر فنی تشکیلات میں جمال وجلال کے دونوں عناصر کا سراغ ملتا ہے خصوصاً تعمیرات میں۔ سنگی قلعے اور برج اگر جلال کے مظہر ہیں تو باغات، فوارے اور سیر گاہیں جمال کا پہلو لیے ہوئے ہیں۔ مساجد کے گنبد اگر قوت وجبروت کی علامت ہیں تو محرابیں، کمانیں اور خطاطی ونقش ونگار کی بوقلمونیاں نرمی ولطافت کا شاہکار، غرض ایک توازن ہے جو ان تعمیرات میں صاف دکھائی دیتا ہے۔ جمال وجلال کے یہی دو عناصر ہیں جو دینِ اسلام کی مکمل اور جامع شکل کے مظہر ہیں۔

اسلام کے برعکس کئی دیگر مذاہب یک رُخی کا تاثر لیے ہوئے ہیں۔ مثلاً عیسائیت صرف اخلاقیات، روحانیت اور رہبانیت سے بھری ہوئی ہے اور یہودیت نری تختی اور فقہی موشگافیوں سے پُر ہے۔ ہندومت محض توہم پرستی اور رسوم ورواج کا مظہر ہے تو بدھ مت صرف فلسفہ اور ترکِ دنیا اور جسمانی ریاضتوں کا مجموعہ۔ مگر دینِ اسلام میں عقائد واعمال، روحانیت ومادیت، دین ودنیا سب کچھ پہلو بہ پہلو موجود ہے۔ اسی پر فنونِ لطیفہ

کو قیاس کر لیجیے جو اسلام کا مطلوب ہے۔ دوسرے لفظوں میں جہاں فن میں مادۂ لطف و سرور کا ہونا ضروری ہے وہاں اس میں قوتِ تعمیر و تسخیر بھی درکار ہے۔ بقول اقبال ع

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی

حوالہ جات و حواشی

۱۔ ابن منظور، علامہ، لسان العرب، المجلد العاشر، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۸ء، ص: ۳۳۲

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامی، جلد ۱۵، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۷۵ء، ص: ۳۹۱

۳۔ المنجد فی اللغت، دارالمشرق، بیروت، ۱۹۹۳ء، ص: ۱۸۶

۴۔ اردو انسائیکلوپیڈیا، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۶۲ء، ص: ۱۱۶۲

۵۔ عابد، عابد علی، سید، اصول انتقاد ادبیات، باب اوّل، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص: ۳۲

۶۔ ایضاً، باب اوّل، ص: ۳۳ ۷۔ المنجد فی اللغت، ص: ۵۹۶

8- The new Encyclopedia Britannica, V-1, 15th Edition, Encyclopedia Britannica, Inc., Chicago, 1990, Art, P-594

۹۔ ندوی محمد حنیف، مولانا، اساسیاتِ اسلام، فنونِ جمیلہ، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص: ۱۳۸، ۱۳۹

۱۰۔ شرح السنۃ، کتاب الاستیذان، باب الشعر والرجز، رقم: ۳۳۰۲

۱۱۔ رفیع الدین، محمد، حکمتِ اقبال، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء، ص: ۲۷۵

۱۲۔ ایضاً ۱۳۔ الاعراف، ۷: ۱۹ ۱۴: الذاریٰت، ۵۱: ۵۶

۱۵۔ اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، جلد ۷، تشریح سورۃ الذاریٰت آیہ ۵۶، تاج کمپنی، دہلی، ۱۹۹۹ء، ص: ۶۳۲

۱۶۔ اردو دائرہ معارف اسلامی، جلد ۱۵، فن، دانش گاہ، پنجاب، لاہور، ص: ۳۹۳

17- Lois Lamya al-Faruqi Islam and Art , The Artistic Expression of Tawhid , National Hijra Council, Islamabad, 1985, P-12-30

18- Ibid

۱۹۔ ان فنون میں مسلم دنیا کے مختلف خطوں میں کمال کی تفصیل جاننے کے لیے دیکھیے اردو دائرہ معارف اسلامی (جلد ۱۵) میں "فن" کے تحت موسیقی اور تعمیرات کے ابواب

۲۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامی، جلد ۱۵، فن، ص، ۳۹۶

21- Abd-al-Jabbar Danner, The Arts of Islam, Institution of Islamic Culture, Lahore, P-170,171

۲۲۔ حدیث جبریل کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیل انسانی شکل میں رسول کریمؐ کے پاس آئے اور صحابہ کرامؓ کے سامنے ایمان، اسلام اور احسان کے بارے میں سوال پوچھے۔ آپ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ، اس کے فرشتوں، الہامی کتابوں، رسولوں اور آخرت پر ایمان لائے اور اسلام یہ ہے کہ تو نماز قائم کرے، زکوۃ دے، رمضان کے

روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے اور احسان تو یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے ورنہ وہ تو تجھے دیکھ ہی رہا ہے۔اسی طرح آپ ﷺ نے قرب قیامت کہ کچھ علامات بھی بتائیں۔دیکھئے مسلم،کتاب الایمان،رقم:۹۳،ابوداؤد،رقم:۴۶۹۵،ابن ماجہ،رقم:۶۳

23- Abd-al-Jabbar Danner, The Art of Islam, P-170,171

۲۴۔ ناصر،نصیر احمد،ڈاکٹر،جمالیات۔قرآن حکیم کی روشنی میں،حسن کی ماہیت اور حقیقت،نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد،۱۹۸۴ء،ص ۶۵

۲۵۔ السجدہ،۳۲:۷　　۲۶۔ التغابن،۶۴:۳　　۲۷۔ التین،۹۵:۴

۲۸۔ البقرہ،۲:۶۹　　۲۹۔ النحل،۱۶:۶　　۳۰۔ ایضاً،۱۳

۳۱۔ الاعراف،۷:۳۲　　۳۲۔ ایضاً،۲۶　　۳۳۔حوالے کے لئے دیکھئے حاشیہ ۲۲

۳۴۔ المائدہ،۵:۸۷

۳۵۔ مودودی،ابوالاعلیٰ،سید،تفہیم القرآن،جلد اوّل،تشریح سورۃ المائدہ،آیت ۸۷،ادارہ ترجمان القرآن، لاہور،۱۹۸۳ء،ص:۴۹۹

۳۶۔ اصلاحی،محمد یوسف،مولانا،آداب زندگی،تعارف،اسلامک پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۱ء،ص:۷

۳۷۔ محمد سلیم،سید،پروفیسر،مسلمانوں کا ذوقِ جمال،فنونِ لطیفہ اور فنِ خطاطی،مجلہ"القلم"ادارہ علوم اسلامیہ،جامعہ پنجاب لاہور،۱۹۹۳ء،ص:۱۰۶۔۱۰۸

۳۸۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے ملاحظہ ہو مذکورہ بالا مضمون،ص:۱۰۱۔۱۱۳　　۳۹۔ النور،۲۴:۱۹

۴۰۔ مودودی،ابوالاعلیٰ سید،تفہیم القرآن،جلد سوم،تشریح سورۃ نور آیہ ۱۹،ادارہ ترجمان القرآن،لاہور، ۱۹۸۵ء،ص:۳۷۰۔۳۷۱

۴۱۔ محمد امین،ڈاکٹر،اسلام اور مغرب کی کشمکش،ثقافت،بیت الحکمت،لاہور،۲۰۰۶ء،ص:۱۸۰

42 - Ameer Ali, Syed, The Spirit of Islam , The Literary and Scientific Aspect, Islamic Book Service, Lahore, 1995, P-388,389

۴۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامی،جلد۱۵،فن،ص:۴۹۹،۵۰۰　　۴۴۔ الروم،۳۰:۸

۴۵۔ ناصر،نصیر احمد،ڈاکٹر،اسلامی ثقافت،فن و ادب،فیروز سنز لمیٹڈ لاہور،س۔ن،ص:۶۵۴

۴۶۔ ایضاً،ص:۶۵۴

۴۷۔ ندوی،محمد حنیف،مولانا،اساسیات اسلام،فنون جمیلہ اور اسلام،ص:۱۴۳

۴۸۔ ایضاً،ص:۱۴۳　　۴۹۔ احزاب،۳۳:۷۲

۵۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامی،جلد۱۵،فن،ص:۴۹۴

۵۱۔ سعادت سعید،ڈاکٹر،اقبال۔ایک ثقافتی تناظر،دستاویز مطبوعات،لاہور،س۔ن،ص:۳۰

۵۲۔ دیکھئے اردو معارف اسلامی، (جلد ۱۵) ''فن''، ص: ۳۹۵

۵۳۔ پروفیسر فروغ احمد کی کتاب ''سواء السبیل'' کے دیباچہ سے اقتباس، بحوالہ اسلامی نظریۂ ادب، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۱۹۸۸ء، نیز مطالعہ کیجئے اسلامی نظریۂ ادب، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص: ۱۸

۵۴۔ محمد اقبال، ڈاکٹر، کلیاتِ اقبال (اردو) بالِ جبریل، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۷۳ء، ص: ۱۰۱

۵۵۔ حالی، الطاف حسین، مولانا، دیوان حالی، خزینہ علم وادب، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص: ۲۸۶

۵۶۔ الانفطار، ۸۲: ۷، ۸

۵۷۔ ناصر نصیر احمد، ڈاکٹر، جمالیات قرآن کی روشنی میں، ص: ۱۱۸

۵۸۔ ایضاً   ۵۹۔ النمل، ۲۷: ۸۸   ۶۰۔ الحجر، ۱۵: ۱۹

۶۱۔ الملک، ۶۷: ۳   ۶۲۔ الفرقان، ۲۵: ۲

۶۳۔ ناصر نصیر احمد، ڈاکٹر، جمالیات قرآن حکیم کی روشنی میں، حسن اور فن، ص: ۱۹۱

۶۴۔ ایضاً، ص: ۱۹۶

۶۵۔ چغتائی، عبد الرحمٰن، مقالات چغتائی، جلد دوم، مرتب، شیما مجید، معراج کائنات، ادارہ ثقافتِ پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء، ص: ۱۳، ۱۴   ۶۶۔ الذّٰریٰت، ۵۱: ۴۹

۶۷۔ ناصر نصیر احمد، ڈاکٹر، جمالیات قرآن حکیم کی روشنی میں، ص: ۱۷۸

۶۸۔ محمد اقبال، ڈاکٹر، کلیاتِ اقبال (اردو)، ضربِ کلیم، ص: ۱۲۳

۶۹۔ دیکھئے ایضاً، بالِ جبریل، مسجد قرطبہ، ص: ۹۳۔۱۰۱

۷۰۔ ایضاً، کلیات اقبال (فارسی) زبور عجم، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۹۰ء، دربیان فنون لطیفہ غلامان، موسیقی، ص: ۱۸۳

۷۱۔ کلیاتِ اقبال (اردو)، ضربِ کلیم، مرد مسلمان، ص: ۶۰

۷۲۔ ایضاً، مومن (دنیا میں)، ص: ۳۵   ۷۳۔ الفتح، ۴۸: ۲۹

۷۴۔ اردو دائرہ معارف اسلامی، جلد ۱۵، فن، ص ۳۹۴، ۹۵

☆☆☆☆☆